© rasailojaraid.com

کے لیے جان کی بازی لگادی اور برت رکھ لیا۔ یہ برت کیا تھا! گویا ایک برق تھی جو تعصب اور تنگ نظری کے پردوں کو چاک کر گئی فساد پرور عناصر کو اب اپنی موت نظر آئی تو انہوں نے گاندھی جی کو ختم کر دینے کا ہی منصوبہ باندھ لیا اور ۳۰ جنوری کی شام کو وہ اسے عمل میں بھی لے آئے۔

لیکن ہر شخص محسوس کر رہا ہے کہ اس کا اثر کیا ہوا؟ تاریخوں میں پڑھا ہے کہ پہلے زمانہ میں خاص خاص دریا تھے کہ ان میں جب طوفان آتا تھا تو جب تک کسی کی بھینٹ نہیں لیتا تھا فرو نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح پاکستان اور ہندستان میں فرقہ وارانہ منافرت کا شدید طوفان اٹھا تھا وہ غالباً فرو ہونے کے لیے اس ملک کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کی قربانی کا ہی انتظار کر رہا تھا کہ اس کے عمل میں آتے ہی یک بیک مسموم دل و دماغ پاک و صاف ہوگئے اور جو لوگ شدت جذبات میں اندھے ہوگئے تھے ان کو بھی شاہد حقیقت کا روشن و تابناک چہرہ صاف نظر آنے لگا۔ پس گاندھی جی کے اصول عدم تشدد اور حق پرستی کی شاندار کامیابی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ دلوں میں تبدیلی پیدا کرنے کا کام جو دنیا کی بڑی سے بڑی فوج بھی نہیں کرسکتی وہ انہوں نے اپنے خون کے قطروں سے کر دکھایا اور خود جان دے کر پورے ملک کو نہایت ہولناک تباہی و بربادی سے بچا لیا۔

قدرت کو یہی منظور تھا کہ گاندھی جی عام محسنین انسانیت اور معلمین اخلاق کی طرح انتہائی مظلومیت کے ساتھ جان دیں۔ بہرحال اگرچہ آج ان کا جسم ہم میں نہیں ہے لیکن ان کی آتما امر اور زندہ جاوید ہے اور ان کے جسم سوختہ کی راکھ کا ایک ایک ذرہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حق کی بے لوث پیروی اور عدم تشدد ہی میں زندگی کا راز مضمر ہے۔ ہندستان کو یا کسی اور ملک کو اگر خوش حال ہونا اور ترقی کرنا ہے تو ان دو اصولوں پر کاربند ہونا ناگزیر ہے۔ اب گاندھی جی کے نام لیواؤں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کا فرض ہے کہ گاندھی جی انہیں جو راستہ دکھا گئے ہیں اس پر وہ عزم و ہمت اور خود اعتمادی و ہوشیاری کے ساتھ اس طرح چلتے رہیں کہ فتنہ پرداز اور دشمن ملک عناصر کو پھر ابھرنے اور سر اٹھانے کا موقع نہ ملے اگر ہم نے ایسا کیا تو گاندھی جی کی آتما کو سکھ پہونچے گا اور ہم بھی امن و اطمینان سے رہ کر ترقی کے میدان میں آگے بڑھ سکیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تدوین حدیث

(۲)

حضرت مولنا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات
جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

امام مالکؒ صحابہ سے استفادہ کرنے والے حضرات کے دستور کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں بعض لوگ حدیثوں کو لکھ کر یاد کرتے اور جب یاد ہو جاتی تھیں تو مٹا دیتے تھے (دیکھو جامع بیان العلم ص ۶۴) اور یہ دستور زمانے تک جاری رہا ابن سیرین کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کا بھی قاعدہ تھا کہ حدیثوں کو لکھ لیتے

فاذا حفظه محاه (طبقات ابن سعد ص ج ۷) مگر جب یاد کر لیتے تو پھر اس کو مٹا دیتے

خالد الحذاء کے حالات میں بھی ہے وہ خود ہی فرمایا کرتے کہ بڑی حدیثوں کو میں پہلے لکھ لیتا ہوں

فاذا حفظته محوته۔ (ابن سعد ص۱۳۳ ج ۷، قسم دوم) پھر جب ان کو یاد کر لیتا ہوں تو نوشتہ کو مٹا دیتا ہوں۔

ان میں بعض لوگوں سے تو صراحتہ اس قسم کے الفاظ منقول ہیں مثلاً ابن عساکر نے اسماعیل ابن عبیدہ محدث کا قول نقل کیا ہے وہ کہا کرتے تھے کہ :۔

ینبغی لنا ان نحفظ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما نحفظ القرآن (۷ ج تاریخ دمشق) ہم لوگوں کو چاہیے کہ رسول اللہؐ کی حدیثوں کو اسی طرح یاد کریں جیسے ہم قرآن یاد کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذہبی نے مشہور حافظ حدیث ابن خزیمہ کے متعلق یہ الفاظ ابو علی نیشاپوری کے حوالہ سے نقل کیے ہیں کہ

کان ابن خزیمہ یحفظ الفقہیات من حدیثہ کما یحفظ القاری السورۃ (ص ۲۶۱ ج ۲ تذکرۃ الحفاظ)

فقہی حدیثوں کو ابن خزیمہ اسی طرح یاد کرتے تھے جیسے قاری قرآنی سورتوں کو یاد کرتا ہے۔

ذہبی نے بھی اسرائیل بن یونس کے حالات میں لکھا ہے کہ اپنے دادا ابو اسحاق کی روایت کردہ حدیثوں کے متعلق خود کہا کرتے تھے کہ:۔

کنت احفظ حدیث ابی اسحاق کما احفظ السورۃ من القرآن۔ (ص ۱۹۹)

ہم ابو اسحاق کی روایت کردہ حدیثوں کو اس طرح یاد کرتے تھے جیسے قرآن کی سورتیں یاد کی جاتی ہیں

شہر بن حوشب کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ احمد عبد الحمید بن بہرام کے پاس شہر کی حدیثوں کا ذخیرہ تھا اور ان کو

کان یحفظ کانہ یقرأ سورۃ القرآن (تہذیب ص ۳۷۱ ج ۴)

ساری حدیثیں زبانی یاد تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قرآن کی کوئی سورۃ پڑھ رہے ہیں۔

ابو داود الطیالسی جن کی مسند دائرۃ المعارف حیدرآباد میں طبع بھی ہو چکی ہے حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ان کا یہ دعوی نقل کیا ہے کہ اسرد ثلاثین الف حدیث ولا فخر (ص ۱۸۳-۴۹) (میں تیس ہزار حدیثیں فر فر زبانی سناتا ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے) اسی طرح مشہور تابعی قتادہ کے ترجمہ میں امام بخاری اور ابن سعد وغیرہ نے جو یہ قصہ نقل کیا ہے کہ سعید بن عروبہ سے قتادہ نے کہا کہ قرآن کھول کر بیٹھ جاؤ میں سورہ بقرہ سناتا ہوں سعید کہتے ہیں کہ میں نے اول سے آخر تک سنا ایک حرف کی بھی غلطی قتادہ نے نہ کی پھر مجھ کو خطاب کر کے کہنے لگے کہ:۔

لانا بصحیفۃ جابر احفظ منی بسورۃ البقرۃ

حضرت جابر بن عبد اللہ کی نوشتہ حدیثوں کا مجموعہ جس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(تاریخ کبیر بخاری) ص ۱۸۲ ج ۴ نام صحیفہ تھا) وہ سورہ بقرہ سے بھی مجھے زیادہ یاد ہے

یہ وہی جابر ہیں جن کا پہلے ہی ذکر آچکا ہے یعنی جابر بن عبداللہ صحابی کی حدیثوں کا مجموعہ عہد صحابہ ہی میں لکھا جاچکا تھا۔ قتادہ اسی کی طرف اشارہ کرکے کہتے تھے کہ قرآن کی سورہ سے بھی زیادہ مجھے صحیفہ جابر کی حدیثیں یاد ہیں۔

بلکہ روایات سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ حفظ کرنے والے بچوں کو شروع ہی سے جیسے قرآن کے حفظ میں لگا دیا جاتا ہے اسی طرح قرآن کے ساتھ حدیث بھی بچوں کو زبانی یاد کرائی جاتی تھی اور صحابہ ہی کے عہد میں اس کی بنیاد پڑچکی تھی ابن عباس کے غلام عکرمہ جن کی تعلیم پر ابن عباس نے خاص توجہ کی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ تابعین کے عہد میں چند ممتاز ائمہ میں ایک بہت بڑے امام کی حیثیت عکرمہ کی ہوگئی تھی۔ اپنی تعلیمی سرگذشت بیان کرتے ہوئے عکرمہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ :-

کان ابن عباس یضع الکبل فی رجلی علی تعلیم القران والسنن (ص ۹۰ تذکرہ)

ابن عباس میرے پاؤں میں قرآن اور حدیثوں کی تعلیم دینے کے لیے بیڑی ڈال دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنے بچوں کو بعض لوگ بچپن ہی سے حدیث یاد کرنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔ ابن سیرین بھی ان ہی لوگوں میں ہیں جن کے والد نے بچپن ہی سے ابوہریرہ کے سپرد کر دیا تھا۔ لکھا ہے کہ ابن سیرینؒ کے ایک بھائی یحییٰ نامی بھی تھے دونوں بچوں کی قوت یادداشت اور حدیثوں کے زبانی یاد کرنے کی صلاحیت کا اندازہ ابوہریرہ نے کیا تو یحییٰ میں ان کو زیادہ صلاحیت نظر آئی

فکناہ ابوھریرۃ لحفظہ۔ (ابن سعد ص ۱۵۰ ج ۷)

ابوہریرہ نے یحییٰ کی یادداشت دیکھ کر ان کی کنیت رکھی۔

جیسے قرآن کے حفظ میں سمجھا جاتا ہے کہ بچپن میں حفظ کا کام جتنا استوار اور مضبوط ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معمر ہونے کے بعد یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی حسن بصری فرماتے ہیں کہ :-

طلب الحدیث فی الصغر کالنقش فی الحجر۔ (ص ۸۲ جامع ۱)

بچپن میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے پتھر میں نقش کرنا

عبداللہ بن مسعود کے خلیفہ اور شاگرد رشید علقمہ خود اپنے متعلق فرماتے :-

ماحفظت وانا شاب فکانی انظر الیہ فی قرطاس او ورقۃ (ص ۸۲ جامع ۱)

اپنے نوجوانی کے زمانے میں جو چیزیں میں نے زبانی یاد کرلی تھیں ان کی حالت ایسی ہے کہ کاغذ یا ورق میں لکھی ہوئی وہ گویا میرے سامنے ہیں۔

اور صرف یاد کرلینا کافی نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ یاد کرنے کے بعد بار بار ان ہی یاد کی ہوئی حدیثوں کو دہراتے رہنا یہ ایسا مسئلہ تھا جس کی ہر استاد اپنے شاگردوں کو تاکید کرتے ہوئے اصرار کرتا تھا

صحابہ کرام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے تھے :-

اکثروا ذکر الحدیث فانکم ان لم تفعلوا یدرس علمکم (ص ۱۰۱ جامع)

حدیث کو بار بار دہراتے رہو، اگر ایسا نہ کروگے تو تمہارا علم فرسودہ ہو کر مٹ جائے گا۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے :-

تذاکروا الحدیث فان حیاتہ مذاکرتہ۔ (ص ۱۴۱ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم)

بار بار حدیث کو دہراتے رہو، کیونکہ اس کو زندہ رکھنے کی یہی شکل ہے۔

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے کہ :-

تذاکروا الحدیث

بار بار حدیث کو دہراتے رہو،

حسن بصری اپنے شاگردوں کو فرماتے کہ یاد رکھو :-

آفۃ العلم النسیان وترک المذاکرۃ

علم کی آفت اس کا بھول جانا ہے اور دہرانے کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ص ۱۴۱ جامع) چھوڑ دینا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تلامذہ سے کہتے :۔

ان احیاء الحدیث مذاکرتہ — حدیث کو زندہ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو بار
فتذاکروا — بار دہرایا جائے، پس چاہیے کہ تم لوگ دہراتے
(ص ۱۱۱ جامع) — رہو۔

جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ بار بار یاد کی ہوئی حدیثوں کو دہراتے بھی رہنا چاہیے نیز ہم درس رفقا کو چاہیے کہ باہم ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر یاد کیا کریں ایک سے غلطی ہو تو دوسرا اس کی اصلاح کر دے اس باہمی مذاکرہ کرنے کا صحابہ ہی کے زمانہ میں رواج پڑ گیا تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقہ درس حدیث جو مسجد نبوی میں قائم تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے عطا کہتے ہیں کہ

کنا نکون عند جابر بن عبد اللہ — ہم لوگ جابر بن عبداللہ کے پاس ہوتے (یعنی ان
فیحدثنا فاذا خرجنا من عندہ — سے حدیثیں سنتے) پھر جب ان کے حلقہ سے باہر
تذاکرنا حدیثہ — نکل آتے تو ان کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو باہم مل کر
(ص ۳۵۴ ابن سعد) — ہم لوگ دہراتے۔

استاد کے پاس سے اٹھ جانے کے بعد باہم ایک دوسرے کے ساتھ حدیثوں کا جو مذاکرہ کرتے تھے اس مذاکرے کی نوعیت کیا ہوتی تھی سعید بن جبیر سے کسی نے پوچھا کہ ابن عباس سے جتنی باتیں روایت کرتے ہو کیا سب براہ راست ان سے پوچھ کر تم نے سیکھی ہیں بولے کہ نہیں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان کی مجلس میں حدیثیں بیان کی جاتیں میں بھی خاموش بیٹھا رہتا۔ جب لوگ حلقہ سے اٹھ کر چلے جاتے اور

یتحدثون فاحفظ۔ ابن سعد — اور باہم ان ہی حدیثوں کا مذاکرہ کرتے تو میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ص ۱۷۹ ج ۶)　　ان حدیثوں کو یاد کرلیتا۔

جس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ بار بار اپنی پڑھی ہوئی حدیثوں کو اتنا دہراتے کہ دوسروں کو بھی وہ حدیثیں محض ان کے یاد کرنے اور دہرانے کی وجہ سے یاد ہو جاتی تھیں۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ قرآن حفظ کرنے والوں کا آموختہ جیسے سنا جاتا ہے۔ صحابہ اور تابعین ہی کے عہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث یاد کرنے والوں کا بھی آموختہ لوگ سنتے تھے۔ عروہ بن زبیر حضرت عائشہ صدیقہ کے علم کے راوی ہیں ان ہی کا حال ان کے صاحبزادے ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے اور میرے دوسرے بھائیوں عبداللہ، عثمان و اسماعیل وغیرہ کو حدیث پڑھا دیتے پھر ہم سے دوبارہ سنتے اور کہتے کہ :۔

کرروا علی وکان یعجب من حفظی۔　　جو کچھ تم نے پڑھا اور یاد کیا ہے وہ مجھے سناؤ اور وہ (یعنی ہشام کے والد عروہ ہشام کی قوت یادداشت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے

(تاریخ کبیر بخاری ص ۴)

ابن عباس کے شاگرد سعید بن جبیر بھی کہتے تھے کہ ابن عباس مجھ سے فرماتے :۔

انظر کیف تحدث عنی فانک قد حفظت عنی حدیثا کثیرا　　مجھے بتاؤ، کہ مجھ سے تم حدیثیں کس طریقہ سے روایت کرو گے کیونکہ تم نے بہت بڑا ذخیرہ حدیثوں کا مجھ سے سن کر یاد کیا ہے۔

(ج ۶ ص ۱۷۹ - ابن سعد)

سعید ہی کا بیان ہے کہ شروع میں ابن عباس نے مجھ سے آموختہ سننا چاہا تو میں گھبرایا میری اس کیفیت کو دیکھ کر ابن عباس نے فرمایا کہ :۔

اولیس من نعمۃ اللہ علیک ان تحدث وانا شاھد فان　　کیا حق تعالیٰ کی یہ نعمت نہیں ہے کہ تم حدیث بیان کرو، اور میں موجود ہوں، اگر صحیح طور پر بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصبت فذاك وان اخطأت علمتك — کر جگے تو اس سے بہتر بات اور کیا ہو سکتی ہے اور اگر غلطی کروگے تو میں تم کو بتادوں گا۔ (ابن سعد ص ۱۷۹ ج ۲)

اسی لیے تاکہ یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں سہولت ہو، چند حدیثوں سے زیادہ ایک دن کا سبق عموماً نہیں ہوتا تھا۔ زہری اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ:۔

لیکن الحفظ بالتدریج قلیلا قلیلا — چاہیے کہ بتدریج حدیثوں کو تھوڑا تھوڑا کرکے یاد کیا جائے (تدریب الراوی) ص ۱۸۰

لکھا ہے کہ اس موقعہ پر زہری اس مشہور حدیث کو بھی یاد دلاتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یعنی

خذوا من الاعمال ما تطیقون — کام کا بوجھ بس اتنا اٹھاؤ۔ جسے تم برداشت کرسکتے ہو۔

وہ یہ بھی کہتے کہ:۔

من طلب العلم جملۃ فاتہ جملۃ — جو ایک ہی دفعہ چاہتا ہے کہ سارے علم کو نگل جائے وہ سب کو کھو بیٹھتا ہے، (ص ۱۸۰ تدریب)

سلیمان تیمی کے تذکرہ میں ذہبی نے لکھا ہے کہ چند خاص شرائط کے ساتھ اپنے حلقہ درس میں طلبہ کو شریک ہونے کی اجازت دیتے تھے پھر ان کے معیار پر جو پورے اترتے حلقہ میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی اور

فحدثہ خمسۃ احادیث — صرف ایک دفعہ میں کل پانچ حدیثیں سناتے، (تذکرہ ۱۴۳ ج ۱)

اسی طرح مشہور تابعی ابو قلابہ کے تذکرہ میں ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ ان کے شاگرد خالد بیان کرتے تھے کہ:۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کنا ناتی اباقلابۃ فاذاحدثنا ثلاثۃ احادیث قال قد اکثرت (ص ۱۳۴ - ابن سعد)	ہم ابوقلابہ کے پاس جاتے تین حدیثیں بیان کرنے کے بعد کہتے کہ بہت ہوگیا،

اور زہری کا یہ بیان جو نقل کیا جاتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے

انما العلم حدیث اوحدیثان (ص ۱۰۸ التذکیر)	علم تو کل ایک حدیث یا دو حدیثیں ہو سکتی ہیں۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک دو حدیثوں سے زیادہ وقت واحد میں وہ نہیں سکھاتے تھے۔ بڑی سے بڑی مقدار جو اس سلسلہ میں بیان کی گئی ہے وہ امیر المومنین فی الحدیث شعبہ کے متعلق یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہا کرتے تھے:۔

لزمت شعبۃ عشرین سنۃ فما کنت ارجع من عندہ الا بثلاثۃ احادیث وعشرۃ اکثر ما کنت اسمع منہ فی کل یوم (ص ۱۳۶ خطیب ج ۱۴)	شعبہ کے حلقہ میں بیس سال تک میں پابندی کے ساتھ شریک رہا، اس تمام عرصہ میں میں نے دیکھا کہ ان کے پاس سے جتنی حدیثیں روز سن کر ہم گھر لوٹتے ان کی بڑی سے بڑی تعداد ایک دن میں تیرہ حدیثوں سے زیادہ نہ ہوتی۔

اپنے اس طریقہ پر محدثین کو کتنا اصرار تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ابراہیم[1] موصلی کے صاحب زادے اسحاق کو حدیث کا جب شوق ہوا تو عباسی دربار کے مشہور وزیر یحییٰ بن خالد برمکی سے اسحاق نے چاہا کہ سفیان بن عیینہ سے سفارش کریں لیکن سفیان پانچ حدیثوں سے زیادہ ایک دن میں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے یحییٰ نے سفیان سے جب بہت اصرار کیا تو سر

---

[1] عباسی دربار کا مشہور مغنی ہے۔ شاید اسی لیے اس کے بیٹے کو سفارش کی ضرورت پیش آئی لکھا ہے کہ یحییٰ برمکی نے سفیان سے پہلی دفعہ جب اس کا ذکر کیا کہ اسحاق کو بھی حدیث پڑھا دیجئے تو انہوں نے ناپسند کیا تھا بعد کو راضی ہوئے لیکن دستور روزانہ جتنی حدیثوں کے سکھانے کا تھا اس سے زیادہ پر راضی نہ ہوئے زیادہ سے زیادہ دس تک پہنچے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سات تک پہنچے اور ان کی تاکید و الحاح جب حد سے بڑھ گئی تو مجبوراً راضی ہوئے کہ اگر سویرے اسحاق میرے پاس آیا کریں گے تو روزانہ دس حدیثیں پڑھا دوں گا۔ ابن عساکر ج ۲ ص ۴۱۵۔

اور محدثین کا کام حدیثوں کے متعلق صرف اساتذہ کے حلقوں ہی تک ختم نہیں ہو جاتا تھا بلکہ عام قاعدہ یہی تھا کہ ایام طلب کی مشغولیتوں سے فارغ ہونے کے بعد پڑھی اور یاد کی ہوئی حدیثوں کو اسی طرح دہراتے رہتے تھے جیسے قرآن کے حافظ بھی حفظ سے فارغ ہونے کے بعد اس کا دور کرتے رہتے ہیں یاد کی ہوئی حدیثوں کے دور کا اصطلاحی نام "مذاکرہ" تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دستور کا رواج صحابہ ہی کے زمانہ میں ہو چکا تھا ابن عباس اپنے تلامذہ کو مذاکرہ کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے کہ:۔

مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ — عبادت میں شب بیداری سے زیادہ بہتر ہے کہ علم کو دہرایا جائے ایک گھنٹہ کے لیے۔ (تدابیب) ص ۱۸۰

اور شاید اس لیے کہ قرآن بکثرت لوگوں کے پاس لکھا ہوا اس زمانہ میں موجود تھا بخلاف حدیثوں کے کہ زیادہ تر اس کی بنیاد حفظ اور یاد ہی پر تھی حضرت ابو سعید الخدری تو یہاں تک فتوے دیتے کہ:۔

مذاکرۃ الحدیث افضل من قرأۃ القرآن — حدیث کو بار بار دہراتے رہنا قرآن پڑھنے سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ (ص ۱۸۰ تدریب)

اس قسم کی ہدایتوں کا یہ اثر اور نتیجہ تھا کہ سننے والا اگر کوئی نہ ملتا تو بعض محدثین کا قاعدہ تھا کہ مکتب خانہ چلے جاتے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو جمع کر کے حدیثیں سناتے اسماعیل بن رجا کے حال میں لکھا ہے کہ

انہ کان یجمع صبیان الکتاب فیحدثہم — اسماعیل مکتب خانہ کے بچوں کو اکٹھا کرتے اور ان سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئلا ینسی حدیثہ۔ (جامع ص ۱۰۲۔) حدیث اس لیے بیان کرتے تاکہ وہ بھول نہ جائیں،

عطاء خراسانی کے متعلق بھی قریب قریب اسی کے یہ روایت بیان کی گئی ہے۔ یعنی

اذا لم یجد احدا اتی المساکین فحدثہم جب کوئی ان کو نہ ملتا تو غربا کی جماعت میں آکر حدیثیں

یرید بذلک یحفظ (ص ۱۱۱ جامع) بیان کرتے، مطلب حدیثوں کو یاد رکھنا تھا،

بعض لوگ گھر کی چھوکریوں کے سامنے اپنے محفوظات کو دہراتے۔ ان سے کہتے بھی جاتے کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری سمجھ میں یہ چیزیں نہ آرہی ہوں گی لیکن میری غرض تو اپنے علم کو تازہ کرنا ہے اور یہ ابراہیم نخعی کے اس مشورے کی گویا تعمیلی شکل تھی جو اپنے شاگردوں کو وہ دیا کرتے تھے کہ

اذا سمعت حدیثا فحدث بہ جب کوئی حدیث تم سنو تو چاہیے کہ سننے کے ساتھ

حین تسمعہ ولو ان تحدث ہی دوسروں سے اس کا ذکر کرنا شروع کر دو، خواہ

بہ من لا یشتہیہ اس قسم کے آدمی کے سامنے کیوں نہ ہو، جو تم سے

حدیث سننا نہ بھی چاہتا ہو،

کہتے کہ اس طرح دہرانے سے یوں سمجھو کہ تم حدیث کو اپنے سینے میں لکھ رہے ہو (جامع ص ۱۰۱)

خلاصہ یہ ہے کہ عام طور پر "حدیث" سے تعلق رکھنے والی علمی جماعت کے لیے ان چند چیزوں کو جو ضروری قرار دیا جاتا تھا یعنی کہا جاتا تھا کہ

اول العلم الاستماع ثم الانصات ثم علم (یعنی علم حدیث) میں پہلا کام تو سننا ہے، پھر کان

الحفظ ثم النشر (ص ۱۱۸ جامع) لگانا، پھر یاد کرنا، پھر عمل کرنا، اور آخر میں اشاعت،

عبداللہ بن مبارک فضیل بن عیاض سفیان ثوری وغیرہ سب ہی سے مذکورہ بالا الفاظ منقول ہیں بظاہر ان اقوال میں "حفظ" سے مقصد یہی ہے کہ سننے کے بعد سنی ہوئی حدیثوں کو چاہیے کہ محدث زبانی یاد کرے۔ جس کا طریقہ وہی تھا جو بیان کیا گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عام طور پر صحیح حدیث کے شرائط کو بیان کرتے ہوئے عدالت اور حفظ وغیرہ کے الفاظ کتابوں میں لوگوں کو جو ملتے ہیں تو بہ ظاہر "حفظ" کے اس لفظ سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ راوی کے حافظہ کو غیر معمولی طور قوی ہونا چاہیے گویا عام اور معمولی حافظہ والے لوگ "صحیح حدیث" کے راوی بن ہی نہیں سکتے لیکن دراصل یہ ایک مغالطہ ہے بلکہ یہاں غرض "حفظ" سے وہی ہے کہ "راوی" نے حدیث کے یاد کرنے میں پوری توجہ اور محنت صرف کی ہو خواہ حفظ اور یادداشت کی قوت اس کی معمولی ہو یا غیر معمولی یاد کر لینے کے بعد معمولی حافظہ والے آدمی کی یاد کی ہوئی چیز اسی طرح بھروسہ اور اعتماد کے قابل ہو جاتی ہے جیسے غیر معمولی حافظہ والوں کے محفوظات پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ قرآن کے حفاظ جس کی بہترین زندہ مثال ہیں۔

اگرچہ اس کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہیں کہا ہے کہ اسلام کی ابتدائی تاریخوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت پچھلوں کے اگلوں کا حافظہ زیادہ قوی تھا خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ قدرتاً عرب کے باشندوں کو سمجھا جاتا ہے کہ یادداشت کی قوت انہیں زیادہ بہتر تھی یا نوشت وخواند کا رواج چونکہ عرب میں کم تھا لوگ زیادہ تر حافظہ کی قوت سے کام لینے کے عادی تھے اور قاعدہ ہے کہ جس قوت سے جتنا زیادہ کام لیا جاتا ہے عام طور پر وہی زیادہ بالیدہ اور زیادہ قوی ہو جاتی ہے جیسے برعکس اس کے آدمی جس قوت سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے بہ تدریج وہ کمزور ہونے لگتی ہے میکانیکی اور دخانی، برقی سواریوں کے اس دور میں جس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ اب آدمی میں پیادہ پا، اونٹ، گھوڑوں کی پیٹھ پر مسافت کے قطع کرنے کی وہ صلاحیت باقی نہیں رہی ہے جو پچھلی نسلوں کے ان افراد میں پائی جاتی تھی جن کی رسائی عصر حاضر کی سواریوں تک نہیں ہوئی تھی یا یہ سمجھا جائے کہ جیسے انسان کی عام فطری اور جبلی قوتوں میں بعض استثنائی غیر معمولی مظاہر کی پیدائش اگرچہ ہر زمانہ میں ہوتی رہتی ہے لیکن جب ان سے کام لیا جاتا ہے تو وہ منظر عام پر آ جاتے ہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا کو ان سے واقف ہو جانے کا موقعہ مل جاتا ہے اسی قانون کے تحت حافظہ کی غیر معمولی قوتوں سے کام لینے کا موقعہ اسلام کو اپنی ابتدائی صدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے متعلق مل گیا اور اسی استعمال کی وجہ سے عجیب وغریب تجربات انسانی قوتِ حفظ ویادداشت کے متعلق اس زمانہ میں لوگوں کو ہوئے اسماء الرجال کی کتابوں سے انتخاب کر کے ان تجربات کو ایک جگہ اگر جمع کر دیا جائے تو فطرتِ انسانی کے اس خاص پہلو کے متعلق معلومات کا ایک حیرت انگیز مجموعہ لوگوں کے سامنے آجائے گا۔ کماً وکیفاً آدمی کا حافظہ ارتقاء کے کن حدود تک پہونچ سکتا ہے اس کا ان معلومات کی روشنی میں پتہ چل سکتا ہے۔ مثلاً ایک نہیں ایسے حافظہ کی متعدد مثالیں ان کی کتابوں میں ملتی ہیں کہ سن لینے کے بعد بات کا بھولنا ان لوگوں کے لیے ناممکن تھا ابن شہاب زہری یہ کہتے ہوئے کہ ایک دفعہ سن لینے کے بعد آج تک دوبارہ پھر اسی حدیث کے متعلق دریافت کرنے کی ضرورت مجھے کبھی نہیں ہوئی اور نہ کبھی کسی حدیث کے متعلق مجھے شک ہوا خود اپنا ذاتی تجربہ اپنے حافظہ کے متعلق یہ بیان کرتے تھے کہ کل ایک دفعہ ایک حدیث کے بعض الفاظ میں مجھے شک سا محسوس ہوا

فسالت صاحبی فاذا ھو کما قلت (ص ۱۰۴ تذ) — میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا تب معلوم ہوا کہ صحیح وہی تھا جو میں کہتا تھا،

یا امام بخاری کے متعلق ان کے رفیقِ درس جن کا حاشد بن اسماعیل نام تھا خود اپنا یہ ذاتی مشاہدہ نقل کرتے تھے کہ بخاری ابھی غلام (نوعمر) ہی تھے اور ہمارے ساتھ حدیث کے ایک حلقہ میں شریک ہوئے حاشد کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کا تو قاعدہ یہی تھا کہ استاد حدیثیں بیان کرتا جاتا تھا اور ہم لوگ لکھتے جاتے تھے لیکن بخاری کو ہم نے دیکھا کہ بجائے لکھنے کے چپ چاپ بیٹھے سنتے رہتے ہیں اور لکھتے نہیں ان کے اس حال کو دیکھ کر کچھ دن تو ہم لوگوں نے صبر سے کام لیا مگر جب ایک زمانہ اسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حال میں گذر گیا تب ساتھیوں نے ان کو ٹوکنا شروع کیا کہ بے کار درس کے حلقہ میں تم کیوں آتے ہو جب کچھ لکھتے ہی نہیں بخاری لوگوں کے اس اعتراض کو سن کر کچھ جواب نہیں دیتے خاموش گذر جاتے حاشد کہتے ہیں کہ آخر ایک دن لوگوں نے جب ان کو بہت زیادہ چھیڑا تو دیکھا کہ غصہ آگیا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ تم لوگوں کا کیا مطلب ہے لاؤ جو کچھ تم لوگوں نے لکھا ہے لے کر بیٹھ جاؤ اور سنو میں سب کو زبانی سنا دیتا ہوں حاشد کا بیان ہے کہ:-

فزاد علی خمسۃ عشر الف فقرۃ کلھا — پندرہ ہزار سے زیادہ حدیثیں اس بندہ خدا نے

عن ظھر قلب (ص ۱۲۳- تذکرۃ الحفاظ ج ۲) — زبانی سنا ڈالیں،

جس کا مطلب یہی ہوا کہ ایک دفعہ سن لینے کے بعد امام بخاری کے حافظہ کو یاد رکھنے کے لیے دوبارہ سننے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ یہی حال ابن عباس زہری شعبی وغیرہ محدثین کے حافظہ کا لوگوں نے بیان کیا ہے میں نے پہلے بھی اس کا کہیں ذکر کیا ہے اس وقت تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حافظہ کی یہ مثالیں نادر اور عجیب ضرور ہیں لیکن اگر تلاش کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس قسم کی استثنائی مثالیں ہر زمانہ میں مل سکتی ہیں ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی آپ کو کہیں نہ کہیں ایسے افراد مل جائیں جن کے یاد رکھنے کے لیے صرف ایک دفعہ کسی شعر یا گفتگو وغیرہ کا سن لینا کافی ہو، شاہجہاں نامہ میں شاہ جہاں بادشاہ کے عہد حکومت کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عین الدولہ نے شاہی دربار میں ترہت (بہار) کے دو زنار دار (باہمن) کو پیش کیا جن کی خصوصیت یہ تھی کہ

ہر دو وہ بیت ہندی را کہ دہ شاعر بتازگی گفتہ باشند و گوش زد ہیچ کس نہ شدہ باشد بہ یک شنیدن یاد می گیرند و آں ابیات را بہماں ترتیبے کہ شعرا گفتہ و خوانده باشند از بر خوانده (ص ۲۶۹ بادشاہ نامہ ج ۱) خود شاہ جہاں نے دونوں کا امتحان لیا اور "چنانکہ بعرض مقدس رسید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بود بوتورع آمد" بادشاہ نے انعام واکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

حافظہ کے مذکورہ تجربے میں جن خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے قریب قریب یہ وہی بات ہے جو امام بخاری کے متعلق بغداد کے علماء کے تجربہ میں آئی تھی واقعہ مشہور ہے کہ سو حدیثوں کے متن اور سند کو الٹ پلٹ کر کے امام کے سامنے سو آدمیوں نے پیش کیا تھا کہتے ہیں کہ امام بخاری ہر حدیث کو سن کر پہلے تو کہتے رہے کہ میں اس حدیث سے ناواقف ہوں جب سوالات ختم ہوئے تب امام متوجہ ہوئے اور پوچھنے والوں کی جو ترتیب تھی اسی ترتیب سے اس کی طرف رخ کر کے فرماتے کہ تم نے یہ حدیث پوچھی تھی جس کی سند تم نے یہ بیان کی لیکن یہ اس حدیث کی سند نہیں ہے بلکہ فلاں حدیث کی ہے صحیح سند اس حدیث کی یہ ہے ایک سے سو تک ہر ایک کا آپ نے تفصیلی جواب مذکورہ بالا طریقے کے التزام کے ساتھ دیا۔ آخر جب یہ ہو سکتا ہے تو بے چارے تر ہٹ کے ان زنار داروں کی یادداشت کے اس کمال میں کیوں شک کیا جائے۔

ہم عام حافظہ والے لوگ ان استثنائی مظاہر کے آثار ونتائج کا واقعہ یہ ہے کہ صحیح طور پر اندازہ نہیں کر سکتے۔ حافظ ابوزرعہ رازی جن کا ذکر ابھی کچھ دیر پہلے گذرا ہے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ کسی ستم ظریف نے خدا جانے اس کو کیا سوجھی کہ اس مضمون کا حلف اٹھالیا یعنی حافظ ابوزرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی اگر یاد نہ ہو تو اس کی بیوی کو طلاق ہے یہ کہنے کے بعد بے چارے حافظ صاحب کے پاس وہ آیا پریشان تھا کہ حلف اٹھانے کو تو میں نے اٹھالیا ہے لیکن بیوی اب قبضہ میں رہتی ہے یا نہیں بہ ظاہر کسی کے شک کرنے پر غصہ میں اس قسم کا حلف اس نے اٹھالیا ہوگا بہر حال وہ آیا اور مسئلہ کی جو صورت تھی بیان کی۔ حافظ نے جواب میں کہا کہ:۔

تمسك بامرأتك	اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھ (یعنی طلاق واقع
(تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲۴)	نہ ہوئی تیری بیوی تیرے نکاح ہی میں ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہے کہ ذرا سا بھی شک حافظ کو اگر اس میں ہوتا کہ ایک لاکھ حدیثیں ان کو یاد نہیں ہیں تو جس پر شرعاً اس کی بیوی حرام ہو چکی تھی محض اپنی نام و نمود اور اپنی بات کو باقی رکھنے کے لیے اس قسم کا فتوی قطعاً نہیں دے سکتے تھے۔

بہر حال آپ کو اختیار ہے کہ حفاظ حدیث کی ان مثالوں کو چاہے ان عام استثنائی مثالوں سے ذیل میں شمار کیجیے یا مشہور تابعی قتادہ بن دعامہ کا جو یہ دعوی تھا کہ :-

اعطی اللہ ھذہ الامۃ من الحفظ مالم یعط احداً من الامم خاصۃ خصہم بھا وکرامۃ اکرمہم بھا۔ (ص ۲۹۵) زرقانی ج ۵	حق سبحانہ وتعالی نے اس امت کو (یعنی امت محمدیہ اسلامیہ) کو حفظ اور یادداشت کی غیر معمولی قوت سے سرفراز فرمایا ہے دنیا کی قوموں اور امتوں کے درمیان (امت اسلامیہ) کا یہ خاص امتیازی سرمایہ ہے جس کے ساتھ خدا نے اس کو مختص کیا اور حق تعالی کی یہ نوازش ہے جس سے یہ امت نوازی گئی ہے۔

آپ بھی یہی مان لیجیے کہ آخری دین ہونے کی وجہ سے اسلام کی اساسی بنیادوں کو قدرت نے جیسے دوسرے پہلوؤں کے اعتبار سے اتنا مستحکم اور استوار کر دیا کہ آئندہ خواہ کچھ بھی اب گذر جائے لیکن ابتدائی بنیادیں دین اسلام کی اتنی مضبوط اور گہری ہیں کہ ان کی وجہ سے اسلام کا دنیا سے مٹ جانا عقلاً بھی ناممکن معلوم ہوتا ہے، یہی بات کہ دنیا کے سارے ادیان و مذاہب جن کی تاریخ سے ہم واقف ہیں سب کو صدیوں کے بعد ایسی کامیابی نصیب ہوئی کہ حکومت و سلطنت کی قوت سے اس کو امداد پہونچائی جائے لیکن پندرہ بیس سال کے اندر اندر دنیا کی سب سے بڑی سیاسی طاقت کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس آخری دین کی تبلیغ و اشاعت استحکام و استواری میں اپنے

© rasailojaraid.com